صریر خامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 01 (Jan-March 2026)

امام مجاہد بن جبرؒ اور ان کی تفسیری روایت: سوانح، علمی مقام، مصادر، منہج اور منقول اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Mujāhid ibn Jabr and His Exegetical Legacy: A Critical Study of His Biography, Scholarly Authority, Sources, Methodology, and Reported Objections

Wasim Uddin

MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University Mardan,
wasimu830@gmail.com

Anwar Ullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Upper Dir (SBBU)
anwarullahnumalisb@gmail.com

Abstract:
This article presents a critical introduction to Mujāhid ibn Jabr, one of the most influential Meccan Successors in the formative history of Qurʾanic exegesis. It distinguishes three matters that are often conflated: Mujāhid’s personal authority as a transmitter and interpreter, the dispersed exegetical reports attributed to him in early compilations, and the later printed work commonly entitled Tafsīr Mujāhid. Drawing upon biographical dictionaries, works of narrator criticism, early tafsīr collections, and modern scholarship, the study examines his lineage, teachers, pupils, intellectual formation under Ibn ʿAbbās, and reception among hadith critics and exegetes. It then reconstructs the main features of his method, including explanation of rare vocabulary, contextual interpretation, recourse to transmitted knowledge, juristic inference, qirāʾāt, historical reports, and restrained reasoning. Particular attention is given to two recurrent criticisms: his reported consultation of the People of the Book and the report attributing to him an interpretation of al-maqām al-maḥmūd as the Prophet’s seating upon the Throne. Rather than dismissing or accepting these materials categorically, the article evaluates their transmission routes, textual settings, and relation to stronger reports. It concludes that Mujāhid’s authority in tafsīr is firmly established, while individual reports and the printed compilation must each be assessed through independent isnād and textual criticism.
Keywords: *Mujāhid ibn Jabr; early Qurʾanic exegesis; tafsīr; Ibn ʿAbbās; Meccan school; isnād criticism; Isrāʾīliyyāt; al-maqām al-maḥmūd*

تمہید

علمِ تفسیر کی تاریخ میں تابعین کا عہد اس لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ اسی دور میں صحابۂ کرام سے حاصل ہونے والا تفسیری علم مختلف علمی مراکز میں منتقل، مرتب اور آگے روایت ہوا۔ مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ کے حلقوں نے قرآن فہمی کے ایسے مناہج کو فروغ دیا جن کے اثرات بعد کی جامع تفاسیر میں نمایاں ہیں۔ مکہ کے علمی حلقے میں سیدنا عبداللہ بن عباس کی نسبت مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور ان کے ممتاز تلامذہ میں مجاہد بن جبر کا نام سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ ان کی روایات تفسیر طبری، صحیح بخاری کے ابوابِ تفسیر، ابن ابی حاتم، عبد الرزاق اور دیگر قدیم مجموعوں میں کثرت سے ملتی ہیں۔ اسی وسعتِ اثر کی وجہ سے مجاہد کی سوانح، روایت اور منہج کا مطالعہ محض ایک فرد کا تعارف نہیں بلکہ ابتدائی تفسیر کے تشکیلی مرحلے کا مطالعہ ہے۔ iزیرِ نظر مقالہ سابق مسودے کی علمی بنیاد کو برقرار رکھتے ہوئے تین اہم اصلاحات کرتا ہے۔ پہلی اصلاح یہ ہے کہ مجاہد کی مسلمہ علمی امامت اور ان سے منسوب ہر انفرادی روایت کی صحت کو الگ الگ دیکھا گیا ہے۔ دوسری اصلاح مطبوعہ تفسیر کی نسبت سے متعلق ہے، کیونکہ جدید تحقیق نے واضح کیا ہے کہ معروف مطبوعہ مجموعہ مجاہد کے اقوال کا اہم ذخیرہ تو ہے مگر اس کی موجودہ سندی و تدوینی ہیئت آدم بن ابی ایاس اور ان کے شیوخ کی روایت سے بھی گہرا تعلق رکھتی ہے۔ تیسری اصلاح اعتراضات کے باب میں ہے، جہاں اہلِ کتاب سے اخذ اور مقامِ محمود کی روایت کو جذباتی اثبات یا کلی انکار کے بجائے اصولِ روایت، تقابلِ طرق اور متن کے داخلی قرائن سے پرکھا گیا ہے۔ii

تعارف اور مسئلۂ تحقیق

امام مجاہد کی شخصیت پر قدیم کتبِ رجال و طبقات میں وافر مواد موجود ہے، لیکن اردو تحریروں میں عموماً ان کی سوانح، اقوالِ ائمہ اور چند مشہور روایات کو یکجا کر کے تعارفی مضمون بنا دیا جاتا ہے۔ اس طرز میں دو مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ متعدد تاریخی اقوال میں موجود اختلاف چھپ جاتا ہے، جیسے سنِ وفات یا بعض شیوخ سے سماع کی تعیین۔ دوسرا یہ کہ مطبوعہ کتاب کے تمام مندرجات براہِ راست مجاہد کی تصنیف سمجھ لیے جاتے ہیں، حالاں کہ ابتدائی تفسیری روایت کی ترسیل، سماع، صحیفوں اور بعد کے مجموعوں کی تدوین کا عمل زیادہ پیچیدہ ہے۔ اس لیے اس مقالے کا بنیادی سوال یہ ہے کہ مجاہد کی تفسیری حجیت، ان کے منقول اقوال اور ان سے منسوب مطبوعہ مجموعے کے درمیان علمی امتیاز کیسے قائم کیا جائے۔iii تحقیق کے ذیلی سوالات یہ ہیں کہ مجاہد کی علمی تشکیل میں ابن عباس سے تلمذ کی نوعیت کیا تھی، محدثین و مفسرین نے ان کی ثقاہت اور تفسیر کو کس درجے میں قبول کیا، ان کی تفسیری روایت کے نمایاں طرق کون سے ہیں، ان کے منہج کے قابلِ شناخت عناصر کیا ہیں، اور ان پر کیے جانے والے دو معروف اعتراضات کا علمی وزن کیا ہے۔ مقالہ تاریخی و تحلیلی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ سوانحی دعووں کو تہذیب الکمال، سیر اعلام النبلاء، طبقات ابن سعد اور الجرح والتعدیل سے جانچا گیا ہے؛ تفسیری اقوال کو جامع البیان اور مطبوعہ تفسیر سے تقابل کیا گیا ہے؛ اور جدید مباحث سے صرف وہاں فائدہ اٹھایا گیا ہے جہاں وہ قدیم مواد کی تدوینی یا منہجی توضیح کرتے ہیں۔iv

نام، نسب، کنیت اور زمانی پس منظر

ان کا معروف نام مجاہد بن جبر ہے، بعض روایات میں ابن جبیر بھی آیا ہے، مگر ائمۂ رجال نے ابن جبر کو اصح قرار دیا۔ کنیت ابو الحجاج تھی اور وہ مکہ کے قریشی مخزومی ولاء سے وابستہ تھے۔ ولاء کی دقیق نسبت میں اقوال ہیں: انہیں قیس بن السائب، السائب بن ابی السائب یا ان کے خاندان کا مولیٰ کہا گیا ہے۔ اس اختلاف سے بنیادی تعارف متاثر نہیں ہوتا، البتہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم سوانحی مواد کو ایک قطعی اور غیر مختلف نسب نامے کی شکل دینا درست نہیں۔ ان کی ولادت کے لیے اکیس ہجری کا قول مشہور ہے، یعنی ان کی نشو و نما خلافتِ فاروقی کے زمانے سے شروع ہوئی اور علمی بلوغ ایسے دور میں ہوا جب مکہ صحابۂ کرام اور حج کے موسمی اجتماعات کے سبب روایت و فقہ کا اہم مرکز تھا۔v مجاہد کی ابتدائی زندگی کے جزوی حالات محفوظ نہیں، اس لیے ان کے والد کے مکہ آنے یا خاندانی نقل مکانی جیسی باتوں کو تاریخی حقیقت کے طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ معتبر مواد ان کے علمی سفر، عبادت، فقہ، قراءت اور روایت پر مرکوز ہے۔ یہی سکوت خود ایک منہجی سبق دیتا ہے: قدیم شخصیت کے تعارف میں جہاں مصدر خاموش ہو وہاں قیاس کو واقعہ نہیں بنانا چاہیے۔ ان کی زندگی کا قابلِ اعتماد نقشہ یہ ہے کہ انہوں نے مکہ میں علمی تربیت پائی، متعدد صحابہ سے روایت کی، ابن عباس کے ساتھ خصوصی تعلق قائم کیا، اور پھر ایسا حلقۂ درس تشکیل دیا جس سے مکہ، عراق اور دیگر علاقوں کے راویوں نے استفادہ کیا۔vi

اخلاق، زہد اور علمی مزاج

رجال و طبقات کی کتابیں مجاہد کو فقیہ، عابد، پرہیزگار اور متقن راوی کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ اعمش سے منقول مشہور وصف میں ان کی ظاہری سادگی اور گفتگو کی حکمت کا تقابل کیا گیا ہے: دیکھنے والا ان کے لباس اور ہیئت سے انہیں معمولی سمجھ سکتا تھا، مگر جب وہ بولتے تو گویا موتی نکلتے۔ اس روایت کا مقصود جسمانی یا معاشی حالت کی تحقیر نہیں بلکہ علمی شخصیت اور ظاہری بے تکلفی کے فرق کو نمایاں کرنا ہے۔ اردو ترجمے میں خربندج جیسے لفظ کو سخت اور تحقیر آمیز پیرائے میں منتقل کرنے کے بجائے اس کے تاریخی محاوراتی پس منظر کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔vii ان کے زہد سے متعلق روایات میں دنیا کو مسافر کی منزل سمجھنے والی نبوی ہدایت کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ صحیح بخاری میں ابن عمر سے مروی حدیث کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل اسی اخلاقی تصور کی اصل ہے۔ مجاہد کے مغموم یا متفکر رہنے کی روایت کو دائمی نفسیاتی کیفیت نہیں بلکہ آخرت کی جواب دہی، وقت کی قدر اور علمی ذمہ داری کے احساس سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ ان کے سفر، عبادت اور طلبِ علم سے متعلق آثار اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک تفسیر محض روایتِ الفاظ نہیں بلکہ عملی تزکیہ اور بصیرت کا علم تھا۔viii

ابن عباس سے تلمذ اور علمی تشکیل

مجاہد کے تفسیری مقام کی سب سے مضبوط بنیاد ان کا ابن عباس سے خصوصی تلمذ ہے۔ خود مجاہد سے منقول ہے کہ انہوں نے مصحف کو ابن عباس کے سامنے تین مرتبہ پیش کیا، ہر آیت پر ٹھہرتے اور اس کے نزول و مفہوم کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی روایت میں تختیوں کے ساتھ سوال اور ابن عباس کے لکھنے کی اجازت دینے کا ذکر

ہے۔ اگرچہ ان روایات کے الفاظ مختلف طرق میں فرق رکھتے ہیں، ان کا مشترک مفہوم واضح ہے: مجاہد نے قرآن کو مسلسل، سوال پر مبنی اور مکمل درسی ترتیب کے ساتھ پڑھا۔ix یہ تعلق محض سماع کی تعداد سے زیادہ اہم ہے۔ ابن عباس کی تفسیر میں لغتِ عرب، سیاق، اسبابِ نزول، شعر، فقہی استنباط اور اہلِ کتاب سے متعلق مواد سب موجود تھے۔ مجاہد نے اس علمی سرمایے کو نقل بھی کیا اور اپنے فہم و استنباط کے ذریعے آگے بڑھایا۔ اسی لیے انہیں صرف ناقلِ ابن عباس کہنا ان کی شخصیت کو محدود کرتا ہے، جب کہ انہیں مستقل رائے کے بے قید مفسر کے طور پر پیش کرنا بھی درست نہیں۔ زیادہ صحیح تصور یہ ہے کہ ان کی درایت مضبوط ماثور بنیاد پر قائم تھی۔ ابن تیمیہ نے اسی تربیت کو بیان کرتے ہوئے سفیان ثوری کا قول نقل کیا کہ جب مجاہد سے تفسیر پہنچے تو وہ کافی ہے۔x

علمی مقام اور ائمۂ نقد کی آرا

مجاہد حدیث و تفسیر دونوں میں ائمۂ نقد کے نزدیک قابلِ اعتماد ہیں۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ، فقیہ، عالم اور کثیر الحدیث کہا؛ یحییٰ بن معین، ابوزرعہ اور دیگر ناقدین نے ان کی توثیق کی؛ اور کتبِ ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت لی۔ ذہبی کا یہ خلاصہ کہ امت نے ان کی امامت اور ان سے احتجاج پر اتفاق کیا، ان کے مجموعی مقام کی درست ترجمانی کرتا ہے۔ تاہم رجال کی اصطلاح میں کسی راوی کی ثقاہت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی طرف منسوب ہر سند خود بخود صحیح ہو جائے؛ ہر روایت میں واسطوں، اتصال اور متن کا الگ جائزہ باقی رہتا ہے۔xi تفسیر میں قتادہ سے منقول ہے کہ باقی لوگوں میں مجاہد سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، خصیف نے انہیں ابن عباس کے تلامذہ میں تفسیر کا اعلم قرار دیا، اور سفیان ثوری نے ان کی تفسیر کو کفایت شعار معیار بتایا۔ صحیح بخاری میں مجاہد کے تفسیری اقوال کا بکثرت استعمال ان کے اثر کی ایک عملی شہادت ہے۔ یہ اقوال تعریف کے خطیبانہ جملے نہیں بلکہ علمی قبولیت کی تاریخی علامت ہیں۔ پھر بھی ان سے یہ نتیجہ نکالنا مناسب نہیں کہ مجاہد کے تمام تفسیری اجتہادات پر اجماع ہے؛ امامت کا مفہوم مجموعی ثقاہت، رسوخ اور اثر ہے، نہ ہر جزوی قول کی عصمت۔xii

شیوخ، تلامذہ اور روایت کا جغرافیہ

مجاہد کے سب سے نمایاں شیخ ابن عباس ہیں، مگر انہوں نے ابن عمر، ابوہریرہ، عائشہ، سعد بن ابی وقاص، جابر بن عبد اللہ، ابوسعید خدری، ام ہانی، ام سلمہ اور دیگر صحابہ سے بھی روایت کی۔ بعض ناموں کے ساتھ سماع یا اتصال پر ناقدین نے کلام کیا ہے، مثلاً علی بن ابی طالب سے ان کی روایت کو مرسل کہا گیا۔ اس لیے طویل فہرست دینے سے زیادہ مفید یہ ہے کہ ثابت سماع، ممکن ملاقات اور مرسل روایت کے درجوں کو الگ رکھا جائے۔ یہی امتیاز سوانح کو صرف اسماء کی فہرست سے ایک علمی نقشے میں بدلتا ہے۔xiii ان کے شاگردوں میں عبد اللہ بن ابی نجیح، ابن جریج، منصور بن معتمر، سلیمان اعمش، عمرو بن دینار، قتادہ، ایوب سختیانی، ابوبشر جعفر بن ایاس اور لیث بن ابی سلیم نمایاں ہیں۔ ان راویوں کا تعلق مکہ، کوفہ، بصرہ اور واسط کے علمی حلقوں سے تھا، اس لیے مجاہد کی تفسیر ایک مقامی درس تک محدود نہ رہی۔ البتہ طرق کا معیار یکساں نہیں۔ ابن ابی نجیح اور ابن جریج کے طریق کو تفسیری روایت میں خاص اہمیت حاصل ہے، جب کہ لیث بن ابی سلیم کے اختلاط اور ضعف کے باعث ان کے منفرد منقولات میں احتیاط کی جاتی ہے۔xiv

وفات کے اقوال

مجاہد کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔ ایک سو، ایک سو دو، ایک سو تین اور ایک سو چار ہجری کے اقوال ملتے ہیں، جب کہ ایک سو دو یا ایک سو چار زیادہ مشہور ہیں۔ بعض مصادر میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی وفات سجدے کی حالت میں مکہ میں ہوئی۔ اختلاف کو حذف کر کے صرف ایک سو چار ہجری کو قطعی کہنا تاریخی احتیاط کے خلاف ہے۔ بہتر تعبیر یہ ہے کہ وہ دوسری صدی ہجری کے آغاز میں، غالباً ایک سو دو سے ایک سو چار ہجری کے درمیان، مکہ میں وفات پا گئے۔ سجدے میں وفات کا قول قدیم تراجم میں موجود ہے، اس لیے اسے منقول روایت کے طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے، یقینی مشاہدہ کے طور پر نہیں۔xv

مجاہد کی تفسیری روایت اور مطبوعہ کتاب کی نسبت

مجاہد کی تفسیری میراث دو صورتوں میں محفوظ ہوئی۔ پہلی صورت ان کے منفرد اقوال ہیں جو طبری، بخاری، ابن ابی حاتم، عبد الرزاق اور دیگر مصنفین نے اپنی اسانید کے ساتھ نقل کیے۔ دوسری صورت وہ مجموعہ ہے جو تفسیر مجاہد کے نام سے شائع ہوا۔ حاجی خلیفہ نے مجاہد کی تفسیر کے ابن ابی نجیح، ابن جریج اور لیث سمیت متعدد طرق کا ذکر کیا، اور فؤاد سزگین نے قدیم فہارس اور مخطوطات کی بنیاد پر ان کی تفسیری روایت کے مکتوب وجود پر گفتگو کی۔ اس عمومی شہادت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجاہد کے اقوال باقاعدہ صحیفوں اور روایتی مجموعوں میں گردش کرتے تھے۔xvi تاہم مطبوعہ کتاب کی موجودہ صورت کے بارے میں جدید محققین نے زیادہ دقیق بات کہی ہے۔ اس کی غالب سند آدم بن ابی ایاس سے ورقاء، ابن ابی نجیح اور مجاہد تک جاتی ہے، مگر مجموعے میں ابن عباس، عطاء، عکرمہ، حسن بصری اور دوسرے مفسرین کے اقوال بھی ہیں۔ اسی وجہ سے بعض اہلِ تحقیق اسے مجاہد کی خالص تصنیف کے بجائے آدم بن ابی ایاس کا تفسیری مجموعہ سمجھتے ہیں جس میں مجاہد کی روایات غالب ہیں۔ محمد عبد السلام ابو النیل کی تحقیق سے شائع ہونے والی کتاب علمی استفادے کے لیے اہم ہے، لیکن اس کا عنوان تدوینی تاریخ کی پوری پیچیدگی ظاہر نہیں کرتا۔xvii درست علمی نتیجہ دو انتہاؤں کے درمیان ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ مطبوعہ مجموعے کا مجاہد سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس کا بڑا حصہ معتبر واسطوں سے ان کے اقوال نقل کرتا ہے۔ دوسری طرف اسے مجاہد کا اپنے قلم سے مرتب کیا ہوا مکمل تفسیر کہنا بھی ثابت نہیں۔ ہر قول کی نسبت اس کی سند سے متعین ہو گی، اور پوری کتاب کو آدم بن ابی ایاس کی روایتی تدوین یا مجاہد کی تفسیری روایت کا مجموعہ کہنا زیادہ محتاط ہے۔ یہ فرق ابتدائی اسلامی تصنیف کے مزاج سے ہم آہنگ ہے، جہاں مصنف، راوی، جامع اور ناسخ کے کردار جدید کتابی تصور سے مختلف تھے۔xviii

تفسیری منہج کی بنیادی خصوصیات

مجاہد کا منہج اختصار پر قائم ہے۔ وہ عموماً مشکل لفظ، مبہم ضمیر، تاریخی اشارے یا آیت کے مرکزی مفہوم کو چند الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔ اس دور کی تفسیر ہر آیت پر مسلسل شرح نہیں تھی؛ ضرورت کے مقام پر معنی، سبب، مصداق یا حکم بیان کیا جاتا تھا۔ مطبوعہ مجموعے اور طبری میں محفوظ اقوال دکھاتے ہیں کہ لغوی توضیح ان کے منہج کا بڑا حصہ ہے، مگر یہ لغت محض قاموسی نہیں۔ وہ لفظ کو آیت کے سیاق، عربی استعمال اور منقول علم کے ساتھ جوڑتے ہیں۔xix دوسری خصوصیت قرآن کی تفسیر بالماثور ہے۔ ابن عباس

سے اخذ، صحابہ کے اقوال، اسبابِ نزول اور سابقہ واقعات سے متعلق روایات ان کی تفسیر میں ملتی ہیں۔ تیسری خصوصیت استنباط ہے۔ وہ بعض آیات سے فقہی، اخلاقی یا اعتقادی نتیجہ اخذ کرتے ہیں، مگر اسے طویل مناظرانہ بحث نہیں بناتے۔ چوتھی خصوصیت قراءات سے تعلق ہے۔ ان کی حیثیت قاری کی بھی تھی اور قراءت کے اختلاف سے معنی کی توضیح میں مدد لیتے تھے۔ پانچویں خصوصیت تمثیلی اور تصویری تعبیر ہے، جس نے بعد کے مفسرین کو کئی دقیق آیات سمجھنے میں مواد فراہم کیا۔xx ان کے منہج میں رائے کا استعمال موجود ہے مگر وہ بے اصل آزادی نہیں۔ تابعین نے صحابہ سے حاصل شدہ اصول، عربی زبان اور سیاق کی بنیاد پر استنباط کیا۔ ابن تیمیہ نے واضح کیا کہ تابعین نے تفسیر صحابہ سے اسی طرح سیکھی جیسے سنت، تاہم وہ استدلال بھی کرتے تھے۔ مجاہد کی بعض منفرد تعبیرات اسی اجتہادی دائرے کی مثال ہیں۔ انفرادی غرابت کو پورے منہج پر غالب کرنا درست نہیں؛ زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہر قول کو لغت، سیاق، دوسری روایات اور سند کے ساتھ جانچا جائے۔xxi

اہلِ کتاب سے اخذ کا اعتراض

اعمش سے منقول ہے کہ بعض لوگ مجاہد کی تفسیر سے اس بنا پر احتیاط کرتے تھے کہ وہ اہلِ کتاب سے سوال کرتے تھے۔ اس خبر کو سمجھنے کے لیے ابتدائی مکی تفسیر کا ماحول سامنے رکھنا ضروری ہے۔ قصصِ انبیاء، سابق اقوام اور تاریخی جزئیات کے باب میں بعض تابعین اہلِ کتاب کے مسلمان اہلِ علم یا دستیاب روایات سے معلومات لیتے تھے، جب کہ عقیدہ، حلال و حرام اور قرآن کے قطعی مفہوم میں ایسی خبروں کو مستقل حجت نہیں بنایا جاتا تھا۔ نبی کریم کی ہدایت کہ بنی اسرائیل سے روایت کرو اور کوئی حرج نہیں، اور ساتھ ہی ان کی نہ تصدیق نہ تکذیب کی تعلیم، اس باب کے اصولی توازن کی بنیاد بنی۔xxii محمد حسین ذہبی نے بجا طور پر لکھا کہ اگر مجاہد کا اہلِ کتاب سے سوال کرنا ثابت بھی ہو تو ان کے ابن عباس سے خصوصی تلمذ اور مجموعی ثقاہت کی روشنی میں یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے شرعی حدود پامال کیں۔ تاہم صرف حسنِ ظن پر اکتفا بھی کافی نہیں۔ ہر اسرائیلی روایت کو تین درجوں میں دیکھا جائے گا: جو قرآن و سنت کے موافق ہو اسے بطور تائید بیان کیا جا سکتا ہے؛ جو مخالف ہو وہ مردود ہے؛ اور جس پر شرعی نص خاموش ہو اسے بلا تصدیق و تکذیب نقل کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اسے دین کا قطعی حصہ نہ بنایا جائے۔xxiii لہٰذا اعتراض کی درست صورت یہ نہیں کہ اہلِ کتاب سے کسی بھی سوال کی وجہ سے مجاہد ناقابلِ اعتبار ہو جاتے ہیں۔ درست سوال یہ ہے کہ کون سی روایت کس سند سے آئی، اس کا موضوع کیا ہے، اور کیا وہ قرآنی معنی کی بنیاد بن رہی ہے یا صرف تاریخی تفصیل فراہم کرتی ہے۔ اس معیار پر مجاہد کی مجموعی امامت برقرار رہتی ہے، مگر ان سے منسوب اسرائیلی مواد تنقیدی جانچ سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ یہی اصولی جواب شخصیت کے دفاع کو علمی احتساب کے ساتھ جمع کرتا ہے۔xxiv

مقامِ محمود سے متعلق روایت کا تنقیدی جائزہ

سورۂ اسراء کی آیت عسیٰ اَن یبعثک ربک مقاما محمودا کے بارے میں صحیح احادیث مقامِ محمود کو شفاعتِ کبریٰ سے مربوط کرتی ہیں۔ طبری نے اسی قول کو راجح قرار دیا اور اس کے بعد ایک دوسرے قول کے طور پر مجاہد سے عرش پر بٹھانے کی روایت نقل کی۔ اس کی سند عباد بن یعقوب سے محمد بن فضیل، لیث بن ابی سلیم اور مجاہد تک جاتی ہے۔ سابق مسودے میں اس روایت کو محض اس بنیاد پر ساقط قرار دیا گیا تھا کہ عباد اور لیث دونوں ناقابلِ اعتبار ہیں، لیکن یہ تعبیر ناقدین کے اقوال کی پوری تصویر نہیں۔ عباد کو تشیع اور

بدعت میں غلو کے باوجود بعض محدثین نے صدوق کہا، جب کہ لیث بن ابی سلیم کے ضعف کی اصل وجہ اختلاط اور عدم امتیاز ہے۔xxv روایت کا مسئلہ صرف ایک راوی پر حکم لگانے سے حل نہیں ہوتا۔ لیث کا طریق مجاہد کے زیادہ مضبوط اور معروف شاگردوں کے مقابل منفرد ہے، جب کہ ابن ابی نجیح اور دوسرے طرق میں مقامِ محمود کی تفسیر شفاعت سے منقول ہے۔ صحیح مرفوع احادیث بھی شفاعت کی تائید کرتی ہیں۔ اس بنا پر آیت کی اصل اور راجح تفسیر شفاعتِ کبریٰ ہے۔ عرش والی روایت کو مجاہد کی طرف یقینی نسبت کے ساتھ پیش کرنا مناسب نہیں، مگر یہ دعویٰ بھی محتاط نہیں کہ قدیم مصادر میں اس کا سرے سے وجود نہیں؛ طبری نے اسے صراحت سے نقل کیا اور بعد کے اہلِ علم نے اس پر طویل بحث کی۔xxvi علمی موقف یہ ہے کہ اس اثر کو اس کی موجود سند، انفراد اور مخالفِ راجح طرق کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ اسے مرفوع حدیث یا متفق علیہ عقیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر بعض متقدمین نے اسے قبول یا تاویل کیا تو وہ الگ تاریخی مسئلہ ہے؛ موجودہ مقالے کے لیے بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ مجاہد کی مجموعی تفسیری امامت ایک مختلف فیہ اثر سے ساقط نہیں ہوتی، اور نہ ان کی امامت اس اثر کی صحت کی ضمانت بنتی ہے۔ شخصیت اور روایت کے درمیان یہی امتیاز علمِ رجال و حدیث کا بنیادی تقاضا ہے۔xxvii

جامع علمی قدر و اثرات

مجاہد کی تفسیری روایت نے بعد کے مفسرین کو لغوی معنی، اسباب، مصادیق اور استنباطات کا وسیع مواد دیا۔ طبری نے اقوال کے تقابل میں ان کی روایات کو بکثرت جگہ دی، بخاری نے ابوابِ تفسیر میں ان کے مختصر اقوال سے استفادہ کیا، اور ابن کثیر سمیت بعد کے مفسرین نے ان کے فہم کو سلفی تفسیر کی اہم شہادت سمجھا۔ اس اثر کی وجہ صرف روایت کی کثرت نہیں بلکہ ابن عباس کی مدرسہ نما تربیت، مجاہد کی قرآنی مہارت اور ان کے شاگردوں کے وسیع جغرافیے کا اجتماع ہے۔xxviii ان کی میراث کا صحیح استعمال تبھی ممکن ہے جب تین سطحیں الگ رہیں۔ پہلی سطح مجاہد کی ثابت شدہ ثقاہت اور علمی امامت ہے۔ دوسری سطح انفرادی اثر کی سند اور متن ہے۔ تیسری سطح بعد کی کتابی تدوین ہے جس میں مختلف راویوں اور جامعین کا کردار شامل ہے۔ یہ امتیاز اختیار کرنے سے نہ قدیم میراث کی غیر تنقیدی تقدیس ہوتی ہے اور نہ جدید شکوک کی بنا پر پورا ذخیرہ مسترد ہوتا ہے۔ اسی متوازن منہج میں ابتدائی تفسیر کی تاریخی قدر بھی محفوظ رہتی ہے اور علمی تنقید کی شرط بھی۔xxix

سابقہ علمی تحقیقات اور موجودہ مقالے کا امتیاز

امام مجاہد پر جدید تحقیق کو مجموعی طور پر چار دائروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دائرہ سوانح اور عمومی منہج کا ہے، جس میں ان کی ابن عباس سے نسبت، اختصار، ماثور مصادر اور تابعی تفسیر میں مقام بیان کیا جاتا ہے۔ دوسرا دائرہ قراءات کا ہے۔ علی ابراہیم محمد نے اپنے عربی تحقیقی مقالے مجاہد بن جبر القارئ المغمور میں مجاہد کی قرائی شخصیت، شیوخ، تلامذہ، منقول قراءات اور ان کے لسانی مدارج کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ یہ مقالہ مجلة كلية اللغة العربية بأسيوط کے جلد اکتالیس، شمارہ ایک، سن دو ہزار بائیس، صفحات پانچ سو چونتیس تا پانچ سو چھہتر میں شائع ہوا اور اس کا ڈی او آئی 10.21608/jfla.2022.163493.1053 ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ مجاہد کو صرف مفسر سمجھنا ان کی علمی شخصیت کو محدود کرتا ہے، کیونکہ ان کی قراءات نے صوت، صرف، نحو اور دلالت کی سطح پر تفسیر کے لیے مواد فراہم کیا۔xxx تیسرا دائرہ ابتدائی تدوین اور اموی عہد کی تفسیری کتابوں سے متعلق ہے۔ رحیم فرحان صدام کا مقالہ کتب التفسير في العصر الاموی، مجلة دراسات في التاريخ والآثار، شمارہ اکیاسی، سن دو ہزار بائیس، صفحات ایک سو

ستانوے تا دو سو چھتیس، یہ استدلال پیش کرتا ہے کہ اسلامی علوم کی تدوین کو مکمل طور پر عباسی عہد سے شروع سمجھنا درست نہیں؛ صحائف، املاء اور محدود تحریری مجموعے اموی دور میں بھی موجود تھے۔ ان کے نزدیک ابن عباس کی علمی روایت نے مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری سے منسوب ابتدائی تفسیری مواد پر گہرا اثر ڈالا۔ اس مطالعے کی روشنی میں تفسیر مجاہد کا سوال صرف کتاب کے موجودہ عنوان کا نہیں بلکہ زبانی درس، تحریری صحیفے، راوی کی منتخب تدوین اور بعد کی نقل کے باہمی تعلق کا مسئلہ ہے۔xxxi چوتھا دائرہ مجاہد کے منہج، فقہی استنباط اور کلامی دلالات کا ہے۔ نصرۃ شفاعت العلیا کا مقالہ Mujahid Ibn Jabr's InterpretationA Study of the Validity of، Journal of Ulum al-Quran and Tafsir Studies، جلد چار، شمارہ ایک، سن دو ہزار چوبیس، صفحات پچپن تا پینسٹھ، مجاہد کی ماثور بنیاد اور ان سے منسوب تفسیر کی صحت واثر پر بحث کرتا ہے۔ اسی طرح زینی انور اور ان کے رفقاء کا مقالہ JabrConstructing Fiqh and Kalam in the Tafsir of Mujahid bin، مجلہ FiTUA، جلد چھ، شمارہ دو، دسمبر دو ہزار پچیس، صفحات دو سو چھپن تا دو سو اڑسٹھ، ان کے فقہی و کلامی اقوال کو مستقل تجزیاتی دائرہ بناتا ہے۔ موجودہ مقالہ ان تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے ایک مختلف خلا پُر کرتا ہے: یہ سوانح، مطبوعہ نسبت، طرقِ روایت، منہج اور اعتراضات کو ایک ہی سندی و تدوینی فریم میں رکھتا ہے، اور جہاں جدید مقالہ قدیم مصدر کا خلاصہ پیش کرتا ہے وہاں اصل عربی مصدر سے دوبارہ تصدیق کو ترجیح دیتا ہے۔xxxiixxxiii

عربی نصوص اور صحیح حدیثی شواہد

مجاہد کے علمی مزاج کی تفہیم کے لیے ان روایات کا اصل عربی متن دیکھنا مفید ہے جن کی نسبت مضبوط مصادر سے ثابت ہے۔ دنیا سے بے رغبتی کے باب میں صحیح بخاری کی روایت ہے: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ۔ اس حدیث کے راوی مجاہد ہیں اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث 6416 میں موجود یہ سند مجاہد کے حدیثی اتصال، ابن عمر سے استفادے اور ان کے زاہدانہ تصور کے لیے براہِ راست بنیادی شہادت ہے۔ اردو مقالے میں اس اقتباس کو صرف اخلاقی آرائش کے طور پر نہیں بلکہ ان کے علمی کردار کے ایک مستند ماخذ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ حدیث کا مرکزی مفہوم یہ ہے کہ دنیا مستقل وطن نہیں؛ عالم اور مفسر اپنی فرصت، صحت اور زندگی کو جواب دہی کے شعور کے ساتھ استعمال کرے۔xxxiv اہلِ کتاب سے روایت کے مسئلے میں صحیح بخاری کی حدیث یہ ہے: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ یہ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث 3461 اور جامع ترمذی، ابواب العلم، حدیث 2669 میں عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے۔ جملہ وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج محدود اجازت دیتا ہے، مگر اسی روایت کا آخری حصہ جھوٹی نسبت پر سخت وعید سناتا ہے۔ اس جمع سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت کی اجازت تحقیق سے آزادی نہیں۔ مجاہد کے بارے میں اعمش کا قول کہ وہ اہلِ کتاب سے سوال کرتے تھے، اگر ثابت مانا جائے تو اسے اسی نبوی توازن میں پڑھنا ہوگا: تاریخی خبر نقل ہو سکتی ہے، لیکن اسے رسول اللہ کی طرف منسوب کرنا، قرآن کے خلاف قبول کرنا یا بلا دلیل قطعی دین بنانا جائز نہیں۔xxxv

مقامِ محمود کے بارے میں صحیح بخاری میں ابن عمر کی روایت صاف الفاظ میں شفاعت کی طرف رہنمائی کرتی ہے: إِنَّ النَّاسَ يَصِيرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُولُونَ يَا فُلَانُ اشْفَعْ حَتَّى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللَّهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث 4718 میں مقامِ محمود کو قیامت کی شفاعت کے

اختتام اور رسول اللہ کی امتیازی شفاعت سے متعلق کیا گیا ہے۔xxxvi جامع ترمذی کی طویل حدیثِ شفاعت بھی آیت سترہ، اناسی کو اسی مفہوم سے جوڑتی ہے۔ اس صحیح مرفوع شہادت کی موجودگی میں کسی تابعی اثر کو اصل تفسیر کے مقابل مساوی درجے پر نہیں رکھا جا سکتا، خواہ اس اثر کی تاریخی قبولیت پر بعد کے علماء میں بحث کیوں نہ ہوئی ہو۔xxxvii صحیح بخاری میں مجاہد کے اپنے فقہی سوالات بھی محفوظ ہیں۔ ابن ابی نجیح کہتے ہیں کہ انہوں نے مجاہد سے پوچھا کہ اہلِ شام پر چار دینار اور اہلِ یمن پر ایک دینار جزیہ کیوں مقرر ہوا، تو انہوں نے جواب دیا: جُعِلَ ذٰلِکَ مِنْ قِبَلِ الْیَسَارِ، یعنی یہ مالی وسعت کے لحاظ سے مقرر کیا گیا۔ یہ روایت صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ میں ہے۔ اس مختصر جواب میں ان کا فقہی منہج نمایاں ہے: وہ مختلف مقدار کو تضاد نہیں سمجھتے بلکہ معاشی استطاعت سے مربوط علت تلاش کرتے ہیں۔xxxviii سنن ابی داؤد میں مجاہد ابن عباس کی مجلس میں تین طلاق کے سوال کی روایت بھی نقل کرتے ہیں، جہاں ابن عباس تقویٰ اور شرعی حد کی خلاف ورزی کے نتیجے پر زور دیتے ہیں۔ ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کی علمی شخصیت تفسیر، حدیث اور فقہ کو الگ خانوں میں نہیں رکھتی؛ قرآنی معنی عملی حکم اور معاشرتی واقعے سے جڑا رہتا ہے۔xxxix

منہجِ تفسیر کے تطبیقی نمونے

مجاہد کے منہج کو صرف عمومی اوصاف سے سمجھنا کافی نہیں؛ چند نمائندہ نمونے ان کے فکری عمل کو زیادہ واضح کرتے ہیں۔ پہلی قسم لفظی و سیاقی توضیح ہے۔ ان کے متعدد اقوال ایک مشکل لفظ کو ایسے قریب المعنی لفظ سے کھولتے ہیں جو آیت کے پورے سیاق کو روشن کر دیتا ہے۔ یہ طریق بعد میں طبری کے ہاں اقوال کے تقابل کی بنیاد بنا۔ جدید تحقیق نے اسے اجمالی منہج کہا ہے، لیکن اجمالی ہونا سطحی ہونے کے برابر نہیں۔ مختصر عبارت کے پیچھے قراءت، عربی استعمال، ابن عباس سے اخذ اور آیات کے باہمی ربط کا سرمایہ موجود ہوتا ہے۔ ایک قول کی قدر اس کے حجم سے نہیں بلکہ اس بات سے متعین ہوتی ہے کہ وہ مبہم دلالت کو کتنی صحت سے محدود کرتا ہے۔ ایمن زلفکار کے مقالے Manahij Tafsir Tabiin Mujahid bin Jabar، مجلہ Al-Dzikra، جلد تیرہ، شمارہ ایک، سن دو ہزار انیس، صفحات ایک تا چھبیس، نے روایت، لغت اور اجتہاد کے اسی امتزاج کو مجاہد کے منہج کی نمایاں خصوصیت قرار دیا ہے۔xl دوسری قسم فقہی استنباط ہے۔ مجاہد ہر آیت کو فقہی مسئلہ نہیں بناتے، مگر جہاں نص میں حکم، علت یا عملی نتیجہ موجود ہو وہاں مختصر استنباط پیش کرتے ہیں۔ جزیہ کی مقدار کو یسار سے جوڑنے والی صحیح بخاری کی روایت اس طرز کی روشن مثال ہے۔ جدید مقالہ Constructing Fiqh and Kalam in the Tafsir of Mujahid bin Jabr نے صفحات دو سو باسٹھ تا دو سو پینسٹھ پر ان کے فقہی مواد کو اس بات کی دلیل سمجھا ہے کہ تابعی تفسیر محض لغوی حاشیہ نہ تھی بلکہ اسلامی قانون کی ابتدائی فکری تشکیل میں شریک تھی۔ تاہم ایسے جدید تجزیے کو استعمال کرتے ہوئے مطبوعہ مجموعے کے ہر قول کی سند جانچنا ضروری ہے۔ اگر ایک فقہی تعبیر مجاہد کے علاوہ دوسرے مفسر سے بھی اسی مجموعے میں آئی ہے تو صرف کتاب کے عنوان کی بنا پر اسے مجاہد کا قول نہیں کہا جا سکتا۔xli

تیسری قسم قراءات اور لسانی تنوع ہے۔ علی ابراہیم محمد نے صفحات پانچ سو اڑتیس تا پانچ سو باسٹھ میں مجاہد سے منقول قراءات کو جمع کرتے ہوئے دکھایا ہے کہ وہ ابن کثیر مکی اور ابو عمرو بن العلاء جیسے معروف قراء کی علمی زنجیر سے مربوط ہیں۔ قراءت کا اختلاف کبھی صوتی ادائیگی، کبھی صرفی ساخت اور کبھی معنی کے زاویے کو بدلتا ہے۔ مجاہد کی تفسیری روایت میں یہ لسانی شعور اس لیے اہم ہے کہ لفظ کی ممکنہ قراءتیں مفسر کو دلالت کی حدود بتاتی ہیں۔ کسی شاذ یا غیر متواتر قراءت کو قرآن کے متن کا بدل نہیں بنایا جاتا، مگر وہ قدیم عربی فہم اور تفسیر کی شہادت بن سکتی ہے۔ اس موضوع کو سابق مسودے کی ایک سطری سفارش سے نکال کر مستقل تحقیقی میدان سمجھنا چاہیے۔xlii چوتھی قسم کلامی اور

غیبی آیات سے متعلق تعبیر ہے۔ مجاہد کے بعض اقوال کو بعد کے مناظرانہ عہد نے اپنے اپنے عقیدتی سیاق میں استعمال کیا، حالاں کہ تابعی دور کی مختصر تعبیر کو متاخر اصطلاحی نظام پر منطبق کرنا ہمیشہ درست نہیں۔ زینی انور اور رفقاء نے صفحات دو سو ساٹھ تا دو سو چونسٹھ پر فقہ و کلام کے باہمی اثر کو واضح کیا ہے، مگر خود ان کا نتیجہ بھی یہ ہے کہ مجاہد کی تعبیر بنیادی طور پر قرآن، ماثور روایت اور مختصر تحلیل سے تشکیل پاتی ہے۔ اس لیے مقامِ محمود یا صفات سے متعلق کسی اثر کو سمجھتے وقت پہلے اس کا ثبوت، پھر قدیم لغوی دلالت، پھر مرفوع حدیث اور آخر میں متاخر کلامی استعمال دیکھا جانا چاہیے۔ ترتیب الٹ دینے سے تاریخی قول مذہبی مناظرے کا نعرہ بن جاتا ہے۔xliii

پانچویں قسم تاریخی قصص اور اسرائیلی مواد ہے۔ اموی دور کے تفسیری ذخیرے پر رحیم فرحان صدام نے صفحات دو سو دس تا دو سو اٹھائیس میں دکھایا ہے کہ ابتدائی تفاسیر میں لغوی شرح کے ساتھ تاریخی، فقہی اور عالمِ غیب سے متعلق مواد بھی شامل تھا۔ یہ تنوع قرآن کے سوالات اور اولین سامعین کی ضرورتوں سے پیدا ہوا، مگر بعد کی تدوین میں ہر خبر کا معیار یکساں نہیں رہا۔ مجاہد کے نام سے منقول کسی قصے کی تحقیق میں راوی، کتابی طریق، قرآن و سنت سے موافقت اور خبر کے مقصد کو الگ الگ دیکھنا ہوگا۔ اگر خبر صرف ایک مبہم تاریخی نام مہیا کرتی ہے تو اس کے رد و قبول کا اثر عقیدے پر نہیں، لیکن اگر وہ کسی نبی کی عصمت، شرعی حکم یا خدا کی صفت سے متعلق ہو تو نقد کا معیار سخت ہوگا۔xliv ان تطبیقی مثالوں سے مجاہد کے منہج کی ایک جامع تصویر سامنے آتی ہے۔ وہ ابن عباس کے ناقل ہیں مگر محض ناسخ نہیں؛ قاری ہیں مگر قراءت کو صوت تک محدود نہیں کرتے؛ فقیہ ہیں مگر ہر آیت سے تکلف کے ساتھ حکم نہیں نکالتے؛ اور مفسر بالرائے ہیں مگر ان کی رائے ماثور، زبان اور سیاق سے بندھی ہے۔ نصرۃ شفاعت العلیانے صفحات ساٹھ تا چونسٹھ میں اسی جامعیت کو ان کی تفسیری روایت کی پائیداری کا سبب قرار دیا ہے۔ موجودہ تحقیق اس نتیجے میں ایک قید بڑھاتی ہے: یہ جامع تصویر مجاہد کی ثابت شدہ روایات سے اخذ ہونی چاہیے، نہ مطبوعہ مجموعے کے ہر غیر ممیز قول سے۔xlv

حدودِ تحقیق اور اصولی احتیاط

اس مطالعے کی چند حدود واضح رہنی چاہییں۔ پہلی حد یہ ہے کہ امام مجاہد کے تمام منتشر آثار کا مکمل استقصاء ایک مستقل کثیر جلدی منصوبے کا تقاضا کرتا ہے؛ موجودہ مقالہ ان کے نمائندہ طرق، مشہور اقوال اور بنیادی اعتراضات تک محدود ہے۔ دوسری حد مخطوطاتی ہے۔ مطبوعہ تفسیر کے دستیاب ایڈیشن، قدیم فہارس اور بعد کی کتابوں میں محفوظ اقتباسات تدوین کی عمومی تصویر تو دیتے ہیں، مگر تمام نسخوں کا براہِ راست تقابل کیے بغیر کتاب کی ہر پرت کا حتمی نقشہ نہیں بنایا جاسکتا۔ تیسری حد رجال سے متعلق ہے۔ کسی راوی پر ثقہ، صدوق، مختلط یا ضعیف کا حکم اپنے تاریخی اور اصطلاحی سیاق میں پڑھنا ضروری ہے؛ ایک مختصر ارد و مترادف ناقدین کے تمام اختلاف کو ادا نہیں کرتا۔ اسی لیے مقالے نے عباد بن یعقوب اور لیث بن ابی سلیم کے بارے میں یک رخا فیصلہ ترک کر کے ان کی روایت کے انفراد، ضبط اور متابعات کو مجموعی طور پر دیکھا ہے۔ چوتھی حد جدید تحقیقی مقالات کی ہے۔ ہم مرتبہ جائزہ شدہ مقالہ مفید ثانوی شہادت ہے، لیکن وہ قدیم عربی مصدر کا بدل نہیں۔ جہاں جدید مقالے نے صفحہ نمبر کے ساتھ کوئی نتیجہ دیا ہے وہاں اسے بحث کی تنظیم اور سابقہ تحقیق کی نشان دہی کے لیے استعمال کیا گیا، جب کہ بنیادی تاریخی یا حدیثی دعویٰ تہذیب الکمال، سیر اعلام النبلاء، جامع البیان، صحیح بخاری، جامع ترمذی اور دوسرے اصل مصادر سے قائم کیا گیا ہے۔ پانچویں حد مذہبی مناظرے سے متعلق ہے۔ مقامِ محمود کے اثر پر مختلف مکاتب کے اہل علم نے الگ نتائج اخذ کیے ہیں؛

موجودہ مقالہ کسی بعد کے گروہی موقف کی ترجمانی نہیں کرتا بلکہ مرفوع حدیث، تابعی اثر، سند اور طبری کی ترجیح کے باہمی درجے واضح کرتا ہے۔ اس احتیاط کا مقصد فیصلہ ملتوی کرنا نہیں بلکہ دلیل کے ہر درجے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ہے۔

نتائجِ تحقیق

تحقیق سے معلوم ہوا کہ مجاہد بن جبر کی تفسیر میں امامت قدیم محدثین، فقہاء اور مفسرین کے ہاں مضبوط اور وسیع طور پر مسلم ہے۔ ان کی علمی تشکیل کا مرکز ابن عباس کے سامنے قرآن کی منظم قراءت اور سوال پر مبنی تعلیم تھی۔ ان کے اقوال مکہ کی تفسیری روایت کو عراق اور دوسرے مراکز تک منتقل کرنے میں بنیادی واسطہ بنے۔ ان کے منہج میں اختصار، لغوی توضیح، ماثور علم، سیاقی فہم، فقہی استنباط، قراءات اور محدود اجتہاد جمع ہیں۔xlvi مطبوعہ تفسیر کو سادہ طور پر مجاہد کی ذاتی تصنیف کہنا محلِ نظر ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اسے آدم بن ابی ایاس کی روایتی تدوین میں محفوظ مجاہد کی غالب تفسیری روایت کہا جائے۔ اہلِ کتاب سے سوال کا اعتراض ان کی مجموعی حجیت کو متاثر نہیں کرتا، البتہ اسرائیلی مواد کی روایت بہ روایت جانچ ضروری ہے۔ مقامِ محمود کا عرش سے متعلق اثر طبری میں موجود ہے، مگر اس کی سند، انفراد اور صحیح احادیث کی روشنی میں شفاعتِ کبریٰ والی تفسیر راجح ہے۔xlvii اس مقالے کا بڑا منہجی نتیجہ یہ ہے کہ کسی متقدم امام کے دفاع کا بہترین طریقہ غیر ثابت دعووں کا انکار نہیں بلکہ مصادر کی صحیح قراءت ہے۔ اختلافِ وفات کو اختلاف کے طور پر، مرسل روایت کو مرسل، ضعیف طریق کو اس کے حقیقی درجے میں، اور مطبوعہ مجموعے کو اس کی تدوینی تاریخ کے ساتھ بیان کیا جائے۔ یہی علمی دیانت مجاہد کی حقیقی عظمت کو زیادہ مضبوط بناتی ہے۔xlviii

سفارشات

- **تفسیری آثار کی جامع جمع و تدوین:** مجاہد بن جبرؒ کے تمام تفسیری آثار کو طبری، بخاری، ابن ابی حاتم، عبد الرزاق اور دیگر مطبوعہ مصادر سے جمع کر کے طرق وار ڈیجیٹل فہرست تیار کی جائے۔
- **روایات کا تقابلی و سندی مطالعہ:** ابن ابی نجیح، ابن جریج، لیث اور دیگر راویوں کے متون و اسانید کا تقابل کر کے روایت کی طبقاتی اور سندی ساخت واضح کی جائے۔
- **قراءات، فقہ اور کلام کا مطالعہ:** مجاہدؒ کی تفسیری روایت میں قراءات، فقہی استنباطات اور کلامی دلالات پر الگ الگ تحقیقی مطالعات کیے جائیں۔
- **مخطوطات اور تدوینی نسبت کی تحقیق:** مطبوعہ تفسیر کے دستیاب مخطوطات کا جائزہ لیا جائے اور آدم بن ابی ایاس کی طرف اس کی تدوینی نسبت پر مستقل تحقیق کی جائے۔
- **تنقیدی تحقیقی ایڈیشن:** تفسیرِ مجاہد کا ایسا علمی ایڈیشن تیار کیا جائے جس میں اصل عربی متن، اسناد، تخریج، اختلافِ طرق، مشکل الفاظ اور راجح تحقیقی حکم کو واضح کیا جائے۔
- **تنقیدی اردو ترجمہ:** اردو علمی دنیا کے لیے تفسیرِ مجاہد کا مستند تنقیدی ترجمہ شائع کیا جائے، جس کے حواشی میں غیر ضروری مناظرانہ زبان سے اجتناب کیا جائے۔
- **اعتراضات کا علمی و تحقیقی جواب:** مجاہدؒ پر وارد منقول اعتراضات کا جواب شخصیت پر اعتماد کے بجائے قابلِ جانچ سندی، متنی اور تاریخی شواہد کی بنیاد پر دیا جائے، تاکہ یہ کام ابتدائی تفسیر، علمِ رجال اور تاریخِ تدوین کے طلبہ کے لیے مستقل علمی مرجع بن سکے۔

حوالہ جات

i محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، قاہرہ، دار ہجر، 2001 ، مقدمہ اور مواضعِ روایت عن مجاہد۔

ii مساعد بن سلیمان الطیار، التفسیر اللغوی للقرآن الکریم، ریاض، دار ابن الجوزی، 1422ھ، 93 تا 105 ۔

iii محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون، جلد1 ، قاہرہ، مکتبۃ وہبہ، 2000 ، 76 تا 82 ۔

iv جمال الدین المزی، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، تحقیق بشار عواد معروف، جلد27 ، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1980 ، 228 تا 240 ۔

v المزی، تہذیب الکمال، جلد27 ، 228 تا 229 ؛ شمس الدین الذہبی، سیر أعلام النبلاء، تحقیق شعیب الارناؤوط، جلد4 ، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1985، 449 تا 450 ۔

vi محمد بن سعد، الطبقات الکبری، تحقیق محمد عبد القادر عطا، جلد6 ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1990 ، ترجمہ مجاہد بن جبر۔

vii الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد4 ، 451 ؛ محمد بن حبان، الثقات، جلد5 ، حیدرآباد، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، 1973، 419 ۔

viii محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول النبی کن فی الدنیا کانک غریب أو عابر سبیل، حدیث 6416 ۔

ix الطبری، جامع البیان، مقدمہ؛ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد4 ، 450 ۔

x احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، مقدمۃ فی أصول التفسیر، بیروت، دار مکتبۃ الحیاۃ، 1980، 44 ۔

xi المزی، تہذیب الکمال، جلد27 ، 228 تا 240 ؛ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد4 ، 449 تا 457 ۔

xii الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد4 ، 450 تا 451 ؛ ابن تیمیہ، مقدمۃ فی أصول التفسیر، 44 ۔

xiii عبد الرحمن بن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، جلد8 ، حیدرآباد، مجلس دائرۃ المعارف، 1952 ، ترجمہ مجاہد بن جبر؛ المزی، تہذیب الکمال، جلد27 ، 229 تا 233 ۔

xiv المزی، تہذیب الکمال، جلد27 ، 233 تا 238 ؛ احمد بن علی ابن حجر، تہذیب التہذیب، جلد10 ، حیدرآباد، دائرۃ المعارف، 1326ھ، 42 تا 44 ۔

xv الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد4 ، 456 تا 457 ؛ المزی، تہذیب الکمال، جلد27 ، 239 تا 240 ۔

xvi مصطفیٰ بن عبد اللہ حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، جلد1 ، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ، 1941 ، مادہ تفسیر مجاہد؛ فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، جلد1 ، ریاض، جامعۃ الامام محمد بن سعود، 1991 ، مباحث التفسیر۔

xvii مجاہد بن جبر، تفسیر مجاہد، تحقیق محمد عبد السلام ابو النیل، قاہرہ، دار الفکر الاسلامی الحدیثۃ، 1989 ، مقدمۂ محقق؛ حکمت بشیر یاسین، استدراکات علی تاریخ التراث العربی، جدہ، دار ابن الجوزی، مباحث تفسیر مجاہد۔

xviii محمد بن احمد البداح، مرویات آدم بن ابی ایاس العسقلانی فی التفسیر، مجلۃ الدراسات الاسلامیۃ، شمارہ28، 2016 ، 13 تا 86 ۔

xix مجاہد، تفسیر مجاہد، متعدد مواضع؛ الطبری، جامع البیان، مواضع اقوال مجاہد۔

xx محمد عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، جلد2 ، قاہرہ، مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی، بلا تاریخ، مباحث التفسیر بالمأثور۔

xxi ابن تیمیہ، مقدمۃ فی أصول التفسیر، 42 تا 45 ۔

xxii محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث3461؛ کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ، حدیث 4485۔

xxiii الذہبی، التفسیر والمفسرون، جلد1، 77 تا80۔

xxiv مساعد بن سلیمان الطیار، مقالات فی علوم القرآن وأصول التفسیر، ریاض، مرکز تفسیر،2015، مباحث الاسرائیلیات۔

xxv الطبری، جامع البیان، جلد14، تفسیر سورۃ الإسراء، آیت79؛ الذہبی، میزان الاعتدال، تحقیق علی محمد البجاوی، جلد2، بیروت، دار المعرفۃ، 1963، ترجمہ عباد بن یعقوب؛ جلد3، ترجمہ لیث بن ابی سلیم۔

xxvi الطبری، جامع البیان، تفسیر سورۃ الإسراء، آیت79؛ محمد بن عیسیٰ الترمذی، السنن، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ بنی اسرائیل، حدیث3137۔

xxvii ابو بکر الخلال، السنۃ، تحقیق عطیہ الزہرانی، جلد1، ریاض، دار الرایۃ،1989، 259 تا268۔

xxviii الطبری، جامع البیان، متعدد مواضع؛ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر۔

xxix فہد بن عبد الرحمن الرومی، بحوث فی أصول التفسیر ومناہجہ، ریاض، مکتبۃ التوبۃ،1998، 36 تا47۔

xxx علی ابراہیم محمد، مجاہد بن جبر القارئ المغمور، مجلۃ کلیۃ اللغۃ العربیۃ بأسیوط، جلد41، شمارہ1، 2022، 534 تا576، ڈی او آئی 10.21608/jfla.2022.163493.1053۔

xxxi رحیم فرحان صدام، کتب التفسیر فی العصر الاموی، دراسۃ تاریخیۃ، مجلۃ دراسات فی التاریخ والآثار، شمارہ81، 2022، 197 تا236، ڈی او آئی 10.65074/gaqjj298۔

xxxii Nazilatur Rochimah، Nabil Maghfuri، and Yuliana Desi Rahmawati، Portrait of a Mufassir Tabiin: Mujahid bin Jabir and the Book of Tafsir، Al Furqan، جلد7، شمارہ1، 2024، 18 تا36، ڈی او آئی 10.58518/alfurqon.v7i1.2516۔

xxxiii نصرۃ شفاعت العلیا، A Study of the Validity of Mujahid Ibn Jabr's Interpretation، Journal of Ulum al-Quran and Tafsir Studies، جلد4، شمارہ1، 2024، 55 تا65، ڈی او آئی 10.54801/juquts.v4i1.335؛ Zaeni Anwar and others، Constructing Fiqh and Kalam in the Tafsir of Mujahid bin Jabr، FiTUA، جلد6، شمارہ2، 2025، 256 تا268۔

xxxiv صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل، حدیث6416؛ متن کی آن لائن تصدیق Sunnah.com، صحیح البخاری 6416۔

xxxv صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث3461؛ جامع الترمذی، ابواب العلم، حدیث2669؛ دونوں عربی متون Sunnah.com پر متعلقہ حدیث نمبروں کے تحت موجود ہیں۔

xxxvi صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب عسى أن یبعثک ربک مقاما محمودا، حدیث4718؛ عربی متن Sunnah.com، صحیح البخاری 4718۔

xxxvii جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، حدیث شفاعتِ انس؛ نیز صحیح البخاری، کتاب التوحید اور کتاب الرقاق میں احادیث الشفاعۃ۔

xxxviii سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، روایت مجاہد عن ابن عباس فی الطلاق الثلاث، آن لائن عربی و انگریزی متن Sunnah.com، کتاب13۔

xxxix صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اہل الذمۃ والحرب، روایت ابن ابی نجیح عن مجاہد، آن لائن متن Sunnah.com، کتاب58۔

xl Eko Zulfikar، Manahij Tafsir Tabiin Mujahid bin Jabar and Examples of His Interpretation، Al-Dzikra، جلد 13، شمارہ 1، 2019، 1 تا 26، ڈی او آئی 10.24042/al-dzikra.v13i1.3666۔

xli Zaeni Anwar and others، Constructing Fiqh and Kalam in the Tafsir of Mujahid bin Jabr، FiTUA، جلد 6، شمارہ 2، 2025، 262 تا 265۔

xlii علی ابراہیم محمد، مجاہد بن جبر القارئ المغمور، 538 تا 562۔

xliii Anwar and others، Constructing Fiqh and Kalam، 260 تا 264۔

xliv رحیم فرحان صدام، کتب التفسیر فی العصر الاموی، 210 تا 228۔

xlv نصرۃ شفاعت العلیا، A Study of the Validity of Mujahid Ibn Jabr's Interpretation، 60 تا 64۔

xlvi الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد 4، 449 تا 457؛ ابن تیمیہ، مقدمۃ فی أصول التفسیر، 44۔

xlvii الطبری، جامع البیان، تفسیر سورۃ الإسراء، آیت 79؛ مجاہد، تفسیر مجاہد، 409۔

xlviii نور الدین عتر، منہج النقد فی علوم الحدیث، دمشق، دار الفکر، 1997، 78 تا 101۔